ڈاکٹر جاوید احمد خورشید

حافظ محمود شیرانی کا ایک غیر معروف و نادر علمی کارنامہ

حافظ محمود خان شیرانی (۱۸۸۰ء۔۱۹۴۶ء) ان خوش قسمت محققین میں ہیں جن کی تحریریں، طویل و مختصر، یکجا ہوکر عام استفادے میں ہیں۔ اس کے باوجود یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کی تمام تر تحریریں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ انگریزی زبان میں ان کی ایک ایسی ہی نادر کاوش ان کے زمانۂ قیام انگلستان کی یادگار ہے، جس سے ان کے چاہنے والوں کو بھی واقفیت نہیں۔ ۱۹۱۱ء میں انھوں نے ڈاکٹر ہینری اسٹب (Dr Henry Stubbe)(۱۶۳۲ء۔۱۶۷۶ء) کی ایک کتاب کو مرتب کیا تھا، جس کا عنوان An Account of the Rise and Progress of Mahomedanism, and a Vindication of him and his Religion from Calumnies of the Christians ہے۔ ۲۴۷ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا مکمل متن اس ویب پتے archive.org/.../accountoftherise032551mbp/accountoftherise032551mbp_djuv.text پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ کتاب کے آن لائن متن میں ایک قدرے مختصر دیباچہ بھی شامل ہے جس کے نیچے شیرانی صاحب کا نام رقم ہے۔ اس مختصر تمہید کا بھی اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ تمہید مذکور میں شیرانی صاحب کے نام کے ساتھ وہی تاریخ یعنی ۳۱ جولائی ۱۹۱۱ء رقم ہے جسے اس متن میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو راقم کو پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل نے اپنے کتب خانے سے فراہم کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا فراہم کردہ متن ۱۹۱۱ء میں لندن کی لوزک اینڈ کمپنی (Luzac & Co) کی جانب سے شائع ہوا تھا۔ متن مذکور اس متن سے کئی حوالوں سے مختلف ہے جو آن لائن موجود ہے: آن لائن متن میں جو شیرانی صاحب کا دیباچہ موجود ہے وہ قدرے مختصر ہے ابھی تک اردو میں اسی مختصر دیباچے کی بابت کچھ معلومات عام ہیں؛ اس میں شیرانی صاحب کے تفصیلی حوالے اور حواشی بھی موجود نہیں اور آن لائن متن ہینری اسٹب کی مکمل کتاب پر مبنی ہے جب کہ ڈاکٹر عقیل صاحب کا فراہم کردہ متن صرف باب ہشتم Early Christian Legends and Fables Concerning Islam پر مشتمل ہے جس کی ضخامت علاوہ دیباچے کے ۱۴۱ صفحات ہے۔ ڈاکٹر ہینری اسٹب کے باب ہشتم کا مکمل ترجمہ کرنا راقم کے لیے بوجوہ ممکن نہ تھا۔ اس لیے راقم نے

باب ہشتم کے کل ۴۱ صفحات کا غالب حصہ اردو میں منتقل کردیا ہے۔اس پورے باب کو نہ پیش کرنے کی وجہ اسلام پر بے بنیاد الزامات اور حضرت محمدﷺ کی مبارک ہستی پر عیسائی مفتریوں کے رکیک حملے تھے۔آج کے اردو قاری کے سامنے ان عیسائی مفتریوں کا پردہ چاک کرنا اس لیے بھی ناگزیر ہے کہ ٹی وی، اخبارات، انٹر نیٹ یا دیگر سوشل میڈیا سے متاثر افراد خاص طور پر نوجوانوں کے سامنے اطلاعات کے یہ مصلحت کوش ذرائع مغرب کی نہ صرف یک رخی تصویر پیش کر رہے ہیں بلکہ مغرب کو روشن خیال، صلح جو اور جویائے حق ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ان تاویل سازوں کے باعث کسی زبان کا ادب کس طور متاثر ہوتا ہے۔باب ہشتم میں قاری اس کا بھی مطالعہ کر سکتے ہیں۔اسی طرح چوسر، دانتے اور شیکسپیئر جیسے لکھنے والے بھی ان نادرست تاریخی معلومات سے متاثر ہوئے تھے۔

تمہید از: حافظ محمود خان شیرانی

جے این (JN) اِس کتاب کو عوام کے سامنے پیش کرر ہا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ کسی وضاحت یا معذرت کی ضرورت نہیں۔جیسا کہ قارئین کی توجہ اس جانب دلائی گئی ہے کہ کم وبیش ڈھائی صدی سے یہ کام مخطوطے کی صورت میں موجود تھا لیکن اب اس کام کو پہلی مرتبہ سامنے لایا جارہا ہے۔اس کام کا اہم پہلو یہ ہے کہ ایک جانب اس کی حیثیت ایک نادر (antiquarian value) کی ہے اور دوسری جانب انگریزی ادب کی قدیم ترین مخلصانہ تصنیف ہے: یہ عوامل اس کی کام کی اشاعت پر دال ہیں۔اس مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک فنڈ کا قیام کیا گیا اور انگلستان میں مقیم مسلمانوں سے اپیل بھی کی گئی ہے۔اس اپیل پر جس کھلے دل اور سرعت سے عمل کیا گیا وہ واقعی تسلی بخش ہے۔اس کا ایک خوش کن پہلو یہ بھی ہے کہ The Crescent versus the Cross کے مصنف خلیل خالد بے، ترکی اخبارات صبا اور سیرت مستقیم کے ڈائریکٹروں کی معاونت سے قسطنطنیہ میں دو علیحدہ علیحدہ چندہ دہی کے مرکز قائم کیے گیے جس نے فنڈ کے لیے خطیر اور غیر معمولی تعاون کیا۔

یہ وضاحت ضروری ہے کہ جیسا کہ یہ کام اسلامک سوسائٹی (Islamic Society) کے تعاون سے سامنے آرہا ہے لیکن یہ تصنیف نہ تو اس سوسائٹی کی ہے اور مصنف کے خیالات کو ان خیالات سے منسوب نہیں کرنا چاہیے جس کا پرچار سوسائٹی کرتی رہی ہے۔یہ کام ہمیں نادرات کے ساتھ ساتھ اسلام کے بارے میں ابتدائی مغربی خیالات کو جاننے کے لیے ایک اہم موقع فراہم کرتا ہے جن کے اہم اثرات جدید تصنیفات پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔اسی خواہش کے ساتھ ایک ضمیمہ شامل کیا گیا ہے جس سے امید کی جاتی ہے کہ جو اس موضوع پر مزید روشنی ڈالے گا۔اگر اس کام کی اشاعت مسلمانوں کے اذہان کو متاثر کرنے میں کام یاب

ہوسکی، جس کی کہ نہایت ضرورت بھی ہے، تو ہم یہ سمجھیں گے کہ ہماری محنت وصول ہوئی۔اس تعلق سے ان کی عدم فعالیت کے باعث، انھیں یہ یاد دہانی کرانے کی ضرورت ہے۔لازمی طور پر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ جیسا کہ ہم نے بہت سی چیزیں مغرب سے سیکھی ہیں تو ہمیں بدلے میں انھیں بھی اسلام کی حقیقی اصول سیکھانے کی کوشش کرنی چاہییں۔بیسویں صدی میں لوگ اِن چیزوں کا شکار ہیں۔مسلمان اس بات کا عقیدت سے اقرار کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسے معبود(idol) کی عبادت کرتے ہیں جسے محمد[ﷺ] کہتے ہیں۔

اس موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں خلیل خالد بے کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے اس تصنیف کی اشاعت میں دل چسپی لی۔اس کے ساتھ ساتھ میں کمیٹی کے اراکین خاص طور پر محمد خیر الدین سگو(Saggu)، سید محمد عارف اور دیگر کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔میں اپنے انگریز دوستوں کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میری معاونت کی اور مشورے بھی دیے، لیکن ان کے فطری انکسار نے مجھے اس امر پر آمادہ کرلیا کہ میں ان کے ناموں کو یہاں نہ پیش کروں۔

اس سلسلے میں معاونت کرنے والوں کے ناموں کو آخر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔میں توقع کرتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت میں غیر متوقع تاخیر سے صرف نظر کریں گے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کام سے حاصل ہونے والا منافع مطالعات اسلامی(Islamic Study) کے لیے مخصوص کیا جائے گا۔

ح۔م۔خ۔ایس
(حافظ محمود خان شیرانی)
جنوری ۳۱، ۱۹۱۱

دیباچہ از حافظ محمود خان شیرانی

ڈاکٹر ہینری اسٹب نے درج ذیل صفحات Rise and Progress of Mahometanism کے باب ہشتم میں بطور ضمیمہ شامل کرنے کی غرض سے ترتیب دیے تھے۔جس میں انھوں نے کئی عیسائی مشاہیر(legends) اور مفتریوں کو پیغمبر[ﷺ] اور مسلمانوں کے تعلق سے پیش کیا ہے۔جہاں تک میں جانتا ہوں ان معلومات پر مبنی انگریزی ادب میں یہ واحد کتاب ہے۔اس موضوع کو مزید آگے بڑھانے کی غرض سے میں نے خود ہی ان مآخذ کو حاصل کیا ہے جو انگریزی زبان کے کسی بھی طالب علم کی رسائی میں آسانی سے آسکتے ہیں۔

ان مشاہیر کا مطالعہ ان کے گذشتہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان اصل اسباب کو جاننے کے لیے کسی طور پر بھی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا جس نے مغربی ذہن پر اپنے اثرات مرتب کیے۔عہد قدیم سے ان

مشاہیر نے جو اثرات ثبت کیے ہیں جس کے باعث مغربی قوم اس چیز کی عادی ہوگئیں ہیں کہ مسلمانوں سے کریہہ (vile) اور پُر شیطنت (unholy) چیزیں مسلمانوں سے منسوب کردی جائیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے لیے اتنا فطری ہوگیا کہ انھوں نے ڈک ٹرپن (Dick Turpin)، آرتھر او ڈونل (Arthur O'Donnel)، آئرلینڈ سے تعلق رکھنے والا قاتل (Irish assassin) اور یہاں تک کہ ایک بلیو بیرڈ (Blue-beard) کو مسلمان کی صورت میں پیش کیا۔ اسی طرح جب کوئی پادری (priest) آپ [ﷺ] (کی شان میں گستاخی) کرتا ہے تو شاید اس کے ذہن میں یہ بالکل نہیں ہوتا ہے کہ وہ کہیں ان غلط فہمیوں (delusions) کا شکار تو نہیں جن کی ایک طویل عرصے سے ترویج کی جاتی رہی ہے۔

جدید انگریزی ادب اس نوع کی متعدد مثالوں کا حامل ہے۔ مثال کے طور پر 'Mahomet's Dove'، 'Hanging like Mahamet's tomb' اور 'If the mountain will not come to Mahomet, Mahomet will go to the mountain,' جیسے تاثرات آج بھی انگریزوں کے حافظے میں موجود ہیں۔

ان صریح بہتانوں کے پرچار کی کہانی کا آغاز عرب اور بازنطینیوں کے مابین جنگوں سے ہوا۔ بازنطینیوں کی شکست و ذلت اور ان کا اپنے بارے میں طمطراق جیسے عوامل نے ان کے تاریخ نگاروں کو بھڑکایا۔ اس غصے کا شکار عرب بھی ہوئے۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں کبھی بھی عربوں کی ہتک اور ذلت کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ جس طرح بازنطینیوں نے مسلمانوں کو پیش کیا ہے وہ جتنا خوف ناک اور باغیانہ تھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کا یہ انداز مسلمانوں کے بارے میں نازیبا، پرعناد اور فحش کہانیوں سے لبریز ہے۔

سب سے پہلے روم کے چرچ (Church of Rome) نے مسلمانوں کی بیخ کنی پر مبنی اپنے خواب کو پورا کیا۔ مسلح جمعیتیں ترتیب دی گئیں جن میں بادشاہ بھی حصہ لیتے تھے۔ معروف عسکری تمغوں کو جاری کرنے کے لیے ادارے قائم کیے گئے۔ یہاں تک کہ تاتاریوں کو بھی ان سازشوں میں شامل ہونے کے لیے دعوت نامہ ارسال کیا گیا۔ مضبوط عیسائی فرماں روا پریس ٹر جون (Prester John) نے اپنے مکتوب بہ نام پوپ (Pope) میں انھیں ان جذبات سے آگاہ کرنے میں پیچھے نہ رہے۔ دوسری جانب چرچ کے تاریخ نگاروں نے مسلمانوں کی تاریخیں لکھیں اور اس تعلق سے ان کے پیغمبر کی زندگی پر خصوصیت سے توجہ دی۔ آپ [ﷺ] کی زندگی کے تمام واقعات ۔۔۔ اور آپ کے معجزات کو خصوصیت سے تحریر کا موضوع بنایا گیا۔ مسلمانوں (Saracens) کو 'آسمان کے عذاب' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ ان کے بارے میں اور کیا حقیقت ہوسکتی ہے کہ خدا نے انھیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان اختلافی مشرقی

کلیساؤں (schismatic Eastern churches) کی تطہیر کریں جس نے روم کے کلیسا کو کام یابی سے چیلنج دیا تھا۔۔۔قرون وسطی کے کلیساؤں کے پاس یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین امتیازی برتاؤ روا رکھنے کا وقت نہ تھا۔اس لیے اول الذکر کے گناہوں کو موخر الذکر پر ڈال دیے گئے تا کہ شاید ایک مضبوط مقدمہ قائم کیا جا سکے۔مسلمانوں کے خلاف نفرت کے اثرات کا جائزہ اس حقیقت سے لیا جا سکتا ہے کہ سماجی ضابطوں اور روایات پر مبنی رومان میں، جو حقیقی طور پر کسی عہد کے عادات اور فکر کو پیش کرتے ہیں، عیسائی سورما کبھی کبھی مسلمانوں کا گوشت کھلاتے ہیں جب کہ وہ سور کا گوشت کھلانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

اگر مسلمان شام (Syria) کی وجہ سے صلیبی جنگ جوؤں کے ہاتھوں ختم کر دیے جاتے تو بلاشبہ کلیسا مصدقہ معلومات فراہم کر سکتا تھا اور محمد [ﷺ] کو بلاشبہ بہت سے ان بدعقیدوں میں سے ایک کے طور پر پیش کیا جاتا جن کے ناموں کو محفوظ کرنے میں کلیسا کے تاریخ نگاروں نے بہت توجہ دی ہے۔

مسلمانوں کے بارے میں ابتدائی معلومات انگریزوں کے پاس روم میں کلیسا کی برتری کے ایام میں فرانسیسی اور لاطینی زبانوں کے ذریعے پہنچیں۔انگریز مصنفین میں ہمارے موضوعات پر آٹھویں صدی میں بے ڈے (B e d e) کو اولین حوالے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد میل میس بری (Malmesbury) کے ولیم (William) اور اورڈیری کس ویٹالس (Ordericus Vitalis) جن کا تعلق بارہویں صدی سے ہے۔وین ڈوور (Wendover) کے روجر (Roger) تیرہویں صدی کے شاید پہلے مصنف تھے جنھوں نے پیغمبر کے بارے میں لکھا۔جس کے فوری بعد میتھیو پارس (Matthew Paris) کا شمار ہوتا ہے۔فلسطین کے مقام پر لاطینی سلطنت کے زائر جنگ جو (pilgrim-warriors) ایک سو سال قبل بھی وہاں موجود تھے۔یورپ اور شام کی سلطنت کے مابین کچھ میل جول بھی رہا۔رچرڈ اوّل (Richard I.) اور ایڈورڈ اوّل (Edward I.) کی مسلمانوں کے ساتھ جنگی مہمات پہلے ہی انگریزوں کو آپس میں قریب لا چکی تھیں۔مخالفین کی رسومات اور ان کے اداروں کے بارے میں مفید معلومات حاصل کرنے کے بجائے صلیبی جنگ جوؤں کی توجہ سیاسی مفادات حاصل کرنے پر مرکوز تھی۔قسطنطنیہ کی پسپائی تک بھی یورپ کی جانب سے مسلمان کبھی بھی ان کی سنجیدہ توجہ حاصل نہ کر سکے تھے۔'ترک' کی اہم اصطلاح جب عام ہوگئی، جس کے بعد اسے تمام مسلمانوں کے بارے میں استعمال کیا جانے لگا۔

سترہویں صدی میں ایک نیا رجحان سامنے آیا جسے Oriental Studies کہا جاتا تھا۔ مشرقی علوم کے اولین پہل کاروں (pioneers) کا تعلق سائنس سے نہ تھا بلکہ یہ لوگ عیسائی تھے جنھوں نے سب سے زیادہ اپنے عقائد کی حقانیت کی ترویج میں وقت صرف کیا۔اس خواب کی تکمیل کے لیے انھوں

نے مشرق کی تاریخ میں دخل دیا۔ یہ مقصد بھی ان سائنس دانوں (savants) کے سامنے تھا۔ بیڈویل (Bedwell) نے اقانیم ثلاثہ (Trinity) کا سچ ترکوں کے منھ سے کہلوایا جب کہ کرنل ول فرڈ (Colonel Wilford) دو صدیوں کے بعد بھی ہندوؤں کی مقدس تحریروں میں بائبل کو دریافت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان بیانات کے ذریعے قارئین ان دانش وروں کی ذہنیت کو سمجھنے میں کام یاب ہوجائیں گے جو یورپ میں اسلامی روایات کے اولین ترجمان تھے۔ اس کے بعد ایک ایسا طبقہ جس کے بارے میں کلیسا بھی دعوے دار تھا، توجہ حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ بناوٹی اثرات کے تحت یہ طبقہ ان میں بھی شامل تھا جنھوں نے وہاں اسلام کے صحت منداور سنجیدہ خیالات کو پہلی مرتبہ پیش کیا۔ اگر عوام کی آرا ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنتی تو انگلستان میں حقیقت صدیوں پہلے پہنچ جاتی۔ اسکالر کا راستہ کوئی پھولوں کی سیج نہ تھا۔ اس شخص کے خلاف غضب اور طیش کا کیسا طوفان اٹھتا جو منظر عام پر آ کے مسلمانوں کو حق بجانب قرار دیتا۔ اسٹب کے کام کا نصیب اچھا نہ تھا۔ جارج سیل (George Sale) بھی اسی طرح کا ایک تنہا شخص ہے۔ ان کے قرآن [حکیم] کے ترجمے کو جارحانہ اقدام تصور کیا گیا۔ ان کی محنت کی ستائش بلاشبہ بعد کے کلیسائی عقائد کے خلاف (heresy) تھی۔ سیل کو آج بھی پوری طرح سمجھا نہیں گیا ہے اور جنھوں نے اس کے کلامیے کو مسلمانوں کی زبان میں تبدیل کرنے کی امید کے ساتھ شائع کیا ہے، وہ اصل میں ان کی Life of Mahomet کی بابت شہرت سے آگاہ نہیں۔ اس پر یقین اس لیے بھی آسانی سے کیا جاسکتا ہے کہ سیل اپنے نام کو استعمال کرنے کے بجائے گبن (Gibbon) کی جانب سے آدھا مسلمان (Half-Mahometan) ہونے کے ناتے عبداللہ محمد عمر (Abdulla[h] Mahumed Omar) کے اختیار کردہ نام سے بھی مکمل آزادی اور متانت سے بات کرسکتا تھا۔

سیل کے بعد حالات میں کچھ بہتری آئی ہے۔ مطالعات اسلامی کو تنازعات کے پھیر سے نکل کر اب کچھ انھیں اوپر اٹھنے کی اجازت ملی ہے۔ غیر جانب دار اسکالروں کی آواز جہالت، واویلا پن اور ریاکاروں کے شور میں گم ہوگئی۔ انھوں نے پان اسلام ازم (Pan-Islamism) اور مسلمانوں کو متعصب کہنے کا واویلا اس لیے کیا تھا تا کہ عیسائیت کو مسلسل خوف کی حالت میں رکھا جائے۔ ان تمام ممالک میں انگلستان کا انداز سب سے زیادہ ناگوار تھا۔ سلطنت برطانیہ کے تسلط میں سب سے زیادہ مسلمان ممالک تھے جس کے کتب خانے مسلمانوں کی ذہانت کے موتیوں سے بھرے پڑے تھے۔ اسلام اور اس کی مقدس روایات کے بارے میں انصاف ہونا ابھی باقی ہے۔

مس ایل ایچ ٹی منس (Miss L.H. Timannus) اور اپنے ایک دوست و رفیق کار

جناب خالد بی ڈبلیو شیل ڈریک (Khalid B.W. Sheldrake) کے قیمتی تعاون کا میں شکر گزار ہوں۔اہم مشوروں اور معلومات کی فراہمی پر میری جانب سے جے میوز (J. Mews)، آر سی جیک سن (R.C.Jackson)، ایچ ایم بارلو (H.M.Barlow) اور مون زیر جولز بلوچ (Monsieur Jules Bloch) کا شکریہ بھی واجب ہے۔

ح۔م۔خ۔ایس
(حافظ محمود خان شیرانی)
جولائی ۳۱، ۱۹۱۱ء۔

دیباچے کے بعد یہ مختصر اقتباس موجود ہے:

آر بوس ورتھ اسمتھ (R. Boseworth Smith) نے Mohammed and Mohammedanism میں لکھا ہے کہ محمد اور محمد ازم کے بارے میں عیسائیوں نے جو آرا پیش کی ہیں اس کی یہ ایک مکمل تاریخ ہے۔افسوس کے باوجود یہ باب انسانی ذہن کی تاریخ میں معلومات سے خالی نہ ہوگا۔

تلخیص:

ہینری اسٹب کے تمہیدی الفاظ:

تاریخ ہو یا مغرب کے موجود حالات ہوں اس تعلق سے کسی ایسی نظیر کا تلاش کرنا دشوار ہے جو اسلام اور اس کے بانی [پیغمبرﷺ] کے تعلق سے عیسائیوں نے مضحکہ خیز اختراعات گھڑی ہیں۔ان غلط معلومات پر مبنی انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ بہت بڑی فتنہ انگیزی کی ہے۔ان مفتریوں پر تعصب کے ان جراثیم کا غلبہ تھا جو آج بھی یورپیوں کے خیالات پر حاوی ہیں۔جس کی وجہ سے مطالعات اسلام کو آج بھی پابندی کا سامنا ہے۔مستشرقین کی سخت محنت کے باوجود آج بھی بحالی کے دن دیکھنا نصیب نہ ہو سکے۔

درج ذیل صفحات میں یہ قصد کیا گیا ہے کہ قارئین کے سامنے قرون وسطی اور اس کے بعد کے ادوار میں جو خیالات اور عقائد معروف تھے اور جنھوں نے مغربی ادب پر گہرے نقوش بھی چھوڑے ہیں، پیش کیے جائیں۔سہولت کے پیش نظر میں نے اپنے مقالے کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے: پہلا حصہ مسلمانوں کے بارے میں ہے جب کہ دوسرا حصہ پیغمبر [علیہ ﷺ] کے بارے میں ہے۔

سارا سینز (The Saracens) [مسلمان]

عیسائی یادداشتوں (Christian annals) میں مسلمانوں کو (متعدد) ناموں سے پیش کیا

گیا ہے لیکن ان سب ناموں میں سب سے زیادہ معروف Saracens ہے۔لفظ ساراسینز کی اصل دریافت کرنے کے لیے کئی بیانات بھی پیش کیے گئے ہیں۔ ایک غلط رپورٹ یہ تھی کہ ساراسینز نے سارہ(Sarah) سے سلسلہ ءنسب ثابت ہونے کا دعوی کیا ہے۔جس کے بعد وسیع پیانے پر اشتعال سامنے آیا اور اس کے بارے میں مورخ میتھو پارس(Methew Paris) نے بھی آواز اٹھائی۔پارس نے وضاحت کی ہے کہ ساراسینز اپنی کج روی کے باعث ایسا سوچتے ہیں کہ ان کا تعلق سارہ سے ہے۔لیکن اصل سچ یہ ہے کہ انھیں Agarenes یا Ishmaelites کہنا چاہیے۔اس نے اپنے دعوے کی صداقت کے لیے حضرت اسمائیل[علیہ السلام] کا پیغمبر[ﷺ] کے سلسلہ ءنسب سے ثابت ہونے کی نشان دہی کی ہے[2]۔اس نے نام میں جو تبدیلی تجویز کی ہے اس پر عمل نہیں کیا گیا۔غیر تنقیدی ذہن آج بھی مسلمانوں کو ساراسینز کہتا ہے۔آخر کار مشرقیت کے پیش رواسکے لی جر(Scaliger) اور ہوٹنگر(Hottinger) نے اس جانب توجہ دلائی ہے۔انھوں نے تلاش وجستجو سے یہ ثابت کیا ہے کہ لفظ ساراسین(Saracen) عربی لفظ سرق(Serq) سے مشتق ہے[3] جس کے معنی چرانے(to steal) کے ہیں۔اس لیے ساراسین کا مطلب ایک چور(thief) یا رہزن(robber) کے ہیں۔مستشرقین کے اسی مکتبہ فکر نے مزید تفصیلات یہ فراہم کیں ہیں۔انھوں نے الزام لگایا کہ اسلام لفظ اسماعیل[4] اور حاجرہ(Hegira) حجر(Hagar) سے ہے۔انھیں تاتار(Tartars) بھی کہا گیا ہے کہ وہ تارتارس(tartarus) سے نکلا ہے جو ایک قسم کی جہنم ہے[5]۔ترکوں کی نسبت ٹروجن(Trojan) سے ظاہر کی گئی ہے جنھوں نے قدیم شہر ٹرائے(Troy)[6] پر قبضہ کرلیا تھا لیکن بعد کے مصنفین ان کی شناخت می گوگ(Megog) کے ساتھ کی ہے اور عربوں کو گوگ(Gog) کہا گیا ہے۔

عیسائی کلیساؤں میں کوئی ایسی رائے موجود نہیں رہی جس پر سب عیسائی مسلمانوں کے بارے میں متفق ہوں سوائے اس یقین کے کہ مسلمان بے دین(infidels) اور بت پرست(idolators) ہیں جو محمد نامی خدا(God Mahomet) کی عبادت کرتے ہیں۔مورخ اورڈی ری کس وی ٹالس (Ordericus Vitalis) نے ایک دعا بھی محفوظ کی ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ فلسطین کی خواتین اپنے خدا کے کی عظمت بیان کرنے کے لیے یہ حمد پڑھتی تھیں۔

ساراسینز کے بارے میں معروف رپورٹ یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ بہت بڑے جادوگر تھے جو عام طور پر کالے جادو(the black art)، پیشین گوئی(divination) اور منتروں(incantation) میں اپنا وقت گزارتے تھے[7]۔معروف فلسفی الکندی(Alchindus)، جابر(Geber)، ثابت بن

قرہ(Thebet ben-Corat) اور بوعلی بن سینا (Avicenna)اور دیگر کو ابلیسی جادو(diabolical magic) کے ماہرین کے طور پر پیش کیا ہے۸۔ بادشاہ رچرڈ کے رومان(Romance of King Richard) میں ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ جب صلاح الدین(Saladin) نے رچرڈ سے جنگ کی تو ایک مشاق عامل(mighty necromancer) نے دوبدروحوں(fiends) کو دو گھوڑوں کے روپ میں سازش کی جس میں ایک گھوڑے پر بادشاہ رچرڈ سوار تھا۔ ایک فرشتے نے اسے تنبیہ کی کہ وہ دھوکا دہی سے باز رہے اور اسے تحت الثریٰ کے گھوڑے کی چالوں کو ناکام بنانے کے لیے تعلیم دی۹۔ رچرڈ اس جنگ میں کام یاب رہتا ہے لیکن اس کے اثرات صلیبی جنگجوؤں کے ذہنوں پر بہت گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔میل میس بری(Malmesbury) کے ولیم(William) کے روزنامچے میں جربرٹ(Gerbret) کی کہانی ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ وہ سارا سینز کے درمیان کس طرح پہنچا، اور وہاں اس نے کس طور جادو کا علم حاصل کیا، کس طرح اس نے اپنے سارا سینز اساتذہ کی کتابوں کا علم چرایا، اور ان کے مدد سے اس نے شیطان کے ساتھ کس طرح شریک سازش ہوا اور آخر کار پاپ بن گیا۱۰۔ یہ بات بھی مصدقہ ہے کہ مسلمان عورتیں بھی جادوٹونے میں نشے کی حد تک ملوث تھیں جنھیں قرون وسطی کی کئی رومانی کہانیوں میں پیش کیا گیا ہے۔ان کے علاوہ دیگر مسلمانوں کا بھی تذکرہ صلیبی جنگجوؤں کی تاریخ میں ملتا ہے جنھوں نے مقدس زمین(the Holy Land) کو فتح کرنے میں بہت مشکلات پیدا کیں۱۱۔

مسلمانوں کی سور(swine) سے نفرت کے موضوع نے بھی یورپیوں کی توجہ حاصل کی۔اس موضوع کی تفتیش میں انھوں نے غیر معمولی دل چسپی لی۔انھوں نے زور دے کر کہا ہے'دیکھو یہ سور کا گوشت کھانے(pork) سے کیوں انکاری ہیں؟' وینڈوور(Wendover) کے معروف مورخ راجر(Roger) کے مطابق سور اور مسلمانوں کے مابین ایک قدیم تنازعہ(feud) رہا ہے جس کی وجہ سے وہ سور سے نفرت کرتے ہیں۔اس لغو کہانی کو انگلستان میں بڑی شہرت حاصل ہے۔معروف مبلغ ہینری اسمتھ(Henry Smith)، جو ملکہ الزبتھ(Queen Elizabeth) کے عہد میں تھے، آخری آدمی ہے جس نے اسے استعمال کیا۔

سور کے گوشت کے تعلق سے ہینری اسٹب نے مختلف مصنفین کی تاویل سازیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔اور ان کے کتابوں میں موجود غلط معلومات کے اقتباسات بھی بطور ثبوت پیش کیے ہیں۔دی گولڈن لیجنڈ(The Golden Legend) کے اے وویج ٹو ماونٹ لی بانس(A Voyage to Mount Libanus) کے اقتباسات موجود ہیں۱۲۔

ہر دور میں عیسائیوں نے اپنے دشمن ترکوں سے محاذ آرائی کی کوئی نہ کوئی وجہ تلاش کی ہے۔ ہمارے دور میں یہ تہذیب کا سفر ہے یا اسے ارتقا کہا جاسکتا ہے۔ قرون وسطیٰ میں محرکات عام طور پر مذہبی نوعیت کے ہیں۔ اس دور کی روح میں عقیدے کو اساسی اہمیت حاصل تھی اور مذہبی بنیادوں پر مسلمانوں سے جنگیں کی گئیں جن کا مقصد لارڈ (Lord) کو بے دینوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ مقدس بپتسما (Holy Baptism) اور عذرا مریم (the Virgin Mary) کے تعلق سے مسلمانوں کی بے عقیدگی نے جنگ کے لیے جواز مہیا کیا۔ ایک اور اہم وجہ جس نے اہل ایمان (faithful) کو اس خون کا بدلہ لینے کے لیے جواز مہیا کیا وہ صلیب پر خون بکھرنا (Blood spilt on the Cross) تھا جسے اس جواب کے تعلق سے دیکھا جاسکتا ہے جو عیسائیوں نے ماریطانیہ (Moors) کو ارسال کیا تھا جو یہ جاننے کے لیے مضطرب تھے کہ فرانس کے لارڈ نے ان کے ملک پر کیوں حملہ کیا تھا۔ فروئی سارٹ (Froissart) نے ہمارے لیے اس کا جواب یوں محفوظ کیا ہے کہ جنگ کی وجہ یہ تھی کہ 'اللہ کا بیٹا یعنی حضرت عیسیٰ جو کہ سچے پیغمبر تھے انھیں صلیب پر چڑھانے والوں میں انھی کے نسل کے لوگ تھے۔' اور انھوں نے مزید اضافہ کیا ہے کہ 'انھوں نے اپنے خدا کو بغیر وجہ کے قتل کیا۔' اسی لیے عیسائیوں نے 'مسلمانوں اور ان کے عقیدے کو اپنا دشمن جانا' [۱۳]۔

ایک پیراگراف نیوٹاؤن کی History of the Saracens میں لکھا ہے کہ 'عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین حسد کی پہلی وجہ یہ تھی کہ سلطان ہرکولیس (Hareclius) کا تنخواہ دینے پر مامور اعلیٰ افسر عربوں کو تنخواہ اور الاؤنس دینے میں دھوکا کرتا ہے، اور جب وہ اس کی شکایت کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے کہ روم (Roman) اور یونان (Greek) کے سپاہیوں کو تنخواہ دینے کے لیے وسائل نہیں۔' اس دن سے مسلمانوں نے ان کے خلاف اپنے ذہن میں بدلہ لینے کا حسد پال لیا' [۱۴]۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کی بلندی کو 'اپنے اوپر عذاب سے' تعبیر کیا ہے۔ اور عربوں کی فتوحات کو بھی اسی طرح دیکھا گیا۔ مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں خدائی تعاون طلب کیا گیا۔

جنگ ہو یا امن عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین مذہبی تنازعات میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ عیسائیت کا رویہ جو مسلمانوں کے خلاف تھا وہ پہلے ہی طے پا چکا تھا اور اس ذہنی جنگ کے خدوخال بھی پہلے ہی طے کیے جاچکے تھے۔ بادشاہ چارلس مسلمانوں کے ایک بادشاہ آرگولینڈر (Argolander) کو جتاتا ہے کہ 'اے آرگو لینڈر تم نے بہت گناہ کیے ہیں اور تم انسانوں کے بارے میں غلط تاثرات رکھتے ہو۔ موت کے بعد ہماری روحیں جنت میں داخل ہوجائیں گی اور وہاں انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راحت و سکون ملے گا لیکن تمہارا جہنم کی اتھاہ گہرائیوں سے تعلق ہوگا۔ اس لیے ہمارا ایمان (faith) بہترین ہے۔ اس لیے بپتسما کو قبول کرو یا پھر لڑو

اور برباد ہو جاؤ'۱۵؎۔ اس پر آرگو لینڈر کا جواب یہ ہے 'بپتسما کو قبول کرنا میرے لیے بالکل ممکن نہیں۔ اور محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور اللہ کا میں انکار کسی صورت نہیں کر سکتا۔ لیکن میں تم سے ان شرائط پر جنگ کروں گا: اگر تمہارا ایمان بہترین ہے تو تم جنگ میں کام یاب ہو جاؤ گے ورنہ قدرت یہ کام یابی مجھے عطا کرے گی'۔ مزید یہ کہا کہ 'اگر میرے لوگوں کو شکست کا سامنا ہوا اور اگر میں بچ گیا تو میں بپتسما قبول کر لوں گا'۱۶؎۔

ایک موقعے پر مذہب تنازعے کا موجب اس طرح بنا۔ مسلمانوں کے دیو پیکر آدمی (giant) فیرا کیوٹ (Ferracute) نے مغرب کے رستم (Rustam) اور لینڈو (Orlando) سے کہا کہ 'جیسا کہ میں عیسائیوں کے بارے میں جانتا ہوں کہ خدا صرف ایک ہے نہ کہ تین'۔ اس پر اور لینڈو کہتا ہے کہ 'تم درست کہتے ہو کہ خدا ایک ہے لیکن تمہارا ایمان نامکمل ہے۔ کیوں کہ خدا باپ ہے اور اسی طرح اس کا ایک بیٹا ہے اور ایک مقدس روح (Holy Ghost) ہے۔ اس طرح تین ہیں لیکن خدا ایک ہی ہے۔' فیرا کیوٹ کہتا ہے کہ 'اگر یہ تینوں خدا ہیں تو اس طرح تین خدا ہوتے ہیں۔' اور لینڈو کہتا ہے کہ 'قدرتی اشیا پر نگاہ ڈالو۔ مثلث نما ساز (harp) کی آواز سنو۔ اس میں تار ہے، ہاتھ ہے لیکن آواز ایک۔ اسی طرح بادام ہے۔ اس کا خول ہے، اس کا چھلکا ہے اور گری ہے۔ سورج میں بھی اس کی شعاعیں ہیں، اس کا جسم ہے اور اس کی تمازت ہے۔ پہیے میں اس کا درمیان ہے، ارا ہے اور ناہ ہے۔'

جہاں تک دسویں یا گیارہویں صدی کی ابتدا کی بابت ہے تو عیسائیوں نے مسلمانوں پر اپنا عقیدہ ٹھونسنے کے لیے ایک نیا طریق اختیار کیا: مسلمانوں کے جعلی ناموں سے ادب سامنے لایا گیا۔ اس قسم کی دھوکے بازی کے تعلق سے میں قاری کی توجہ ایک مقالے کی جانب دلانا چاہتا ہوں جس کا عنوان تھا 'سیش سینان اور ڈاکٹر احمد: دو ڈاکٹروں کے مابین ایک روحانی ملاقات، (A Spiritual Conference between two doctors: Sheich Sinan and Doctor Ahmed) یہ ملاقات ان کی مکہ سے آمد کے بعد وقوع پذیر ہوئی۔ مسلمان آدمی ہو یا عورت دونوں کے لیے مفید'۔ یہ ملاقات ایک عرصے سے عربی زبان میں تھی جسے انگریزی میں ولیم بیڈویل (William Bedwell) نے ۱۶۱۵ء میں منتقل کیا۔ اسے تین مکالمہ کرنے والوں کی صورت ترتیب دیا گیا ہے۔ آغاز سے ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک عیسائی ماحول میں ہیں۔ ڈاکٹر احمد بہ حیثیت روفادر (Rev. Father) یا گڈ فادر (Good Father) کے اپنے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہیں۔ یہ جعلی مسلمان ایک مباحثے میں شریک ہیں جس میں عیسائی، مسلمان روایات میں خوش دکھائی دیتے ہیں اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انجیل (Gospel) اور عیسائیت حق ہیں۔

جن ناموں کا انتخاب کیا گیا ہے وہ مسلمان ڈاکٹر ہیں اور عیسائی مذہب کے ماہر ہیں۔ ایسا ہی کچھ یعقوب الکندی کے ساتھ کیا ہے جو 'الکندی کی معذرت' (Apology of Alkindy) میں معروف عرب فلسفی کے والد ہیں۔ اس کام کا منصوبہ اس سے مختلف ہے جسے پیش کیا جا چکا ہے جس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین تنازعات کو پیش کیا گیا ہے۔ ہاشمی پر یہ الزام ہے کہ وہ اپنے ایک عیسائی دوست الکندی کو اسلام قبول کرنے کے لیے مدعو کرتا ہے۔ ان کا دعوت نامہ ایک خط کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے۔ اس کتاب میں کئی اور غلط بیانات موجود ہیں۔ عیسائی راہب سرگس (Sergius) کی کہانی جس میں وہ خود کو قرآن کا مصنف کہتا تھا۔ ایک اور بیان پیغمبر [ﷺ] عربوں کے رہ نما بننا چاہتے تھے لیکن جب انھیں ناکامی ہوئی تو انھوں نے پیغمبری اختیار کر لی۔ اس کے علاوہ ایک یہ کہانی کہ پیغمبر [ﷺ] نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے وصال کے تین روز بعد زندہ ہو جائیں گے۔

کلیسا میں بچوں نے بھی عیسائی راہبوں کی برادری (oracle) اور گستاخی سے مملو معلومات سے استفادہ کیا اور انھوں نے بھی دیکھا کہ مسلمانوں پر کس طور زوال آیا۔ ان معلومات پر مبنی جلدوں کی جلدیں بھری پڑی ہیں۔ سین سووی نو (Sansovino) کی پیشین گوئیاں اور اس موضوع پر لکھنے والوں کا نا ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو اسلام کو ایک ہزار سال تک محدود کرتے ہیں۔ ٹو لی ڈو (Toledo) کے ماہرین فلکیات (astronomers) لکھتے ہی کہ '۱۲۲۹ء سے سات سو سال کے اندر مسلمانوں میں ایک شک وشبہ پیدا ہوگا اور وہ اپنی مسجدیں چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لیں گے' ۱۷۔ قسطنطنیہ کے فلسفی بادشاہ لیو (Leo) نے کہا تھا کہ اسلام ہلکے بالوں (light-haired) والے ایک خاندان کے ذریعے ختم ہو جائے گا۔ ملکہ تھیوڈورا (Empress Theodora) کے عہد میں ایک پیشین گوئی یہ کی گئی کہ مسلمانوں کا اختتام Mecedonians کے ہاتھوں ہوگا۔ راہبوں کی ایک برادری نے یہ کہا کہ ۱۵۷۲ء سے ۱۵۷۵ء کے درمیان اسلام ختم ہو جائے گا ۱۸۔ وینڈ رنگ جیو (Wandering Jew) کی پیشین گوئی یہ تھی کہ ۱۶۷۶ء میں استراخان (Astrakhan) کے مقام پر ترکوں اور اسلام کا اختتام ہوگا ۱۹۔ مجھے ایک مقبول پیشین گوئی کا پتا چلا جس کے بارے میں سترہویں صدی اور اٹھارویں صدی کے آغاز میں زبردست دل چسپی پائی جاتی تھی۔ گزشتہ پیشین گوئیوں کا یہ ایک نتیجہ تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اصل کہانی کو بیان کروں میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ عیسائی دراصل الفی لوگ (millenarian people) [یعنی حضرت عیسیٰ کی آمد اور ہزار سالہ دور مسیحی کے قائل] ہوتے ہیں جو ایک ہزار سال بعد دوسرے عیسیٰ مسیح (Lord Jesus) کے آنے کی توقع کرتے ہیں۔ حیرانی ہے کہ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ پیغمبر محمد [ﷺ] نے اپنے دوبارہ آنے کا وعدہ کیا ہے اور مسلمان آپ کی بعثت کے بعد سے الفی دور (millennial period) کے ختم ہونے کے منتظر ہیں۔

عیسائیت کے تخمینے کے مطابق ۱۶۲۰ء کا سال ہزار سال ختم ہونے کا سال ہوگا اور اس موقعے پر پیغمبر [ﷺ] کے دوبارآنے کا انھیں یقین ہے۔ جب ان کی توقعات پوری نہ ہوئیں تو انھوں نے یہ کہا کہ 'پیغمبر [ﷺ] نے اپنا وعدہ وفا نہ کیا' ۲۰۔ وہ اسے مسلمانوں کی بڑی بدقسمتی اور ساتھ ساتھ خوش قسمتی سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ دیگر آپ [ﷺ] کے دوبارہ آنے کے بارے میں تاویلیں کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ [ﷺ] کا مطلب ایک ہزار سال نہیں بلکہ دو ہزار سال تھا ۲۱۔ اس تنازعے کو ختم کرنے کی غرض سے ایک معجزے کو پیش کیا گیا جس کا مقصد اسلام کے دعوے کو باطل قرار دینا تھا اور عیسائیت کی حقانیت ثابت کرنا مقصود تھا۔ ہم درج ذیل عجوبہ (prodigy) متوازن تاریخ میں بھی پڑھتے ہیں:

> ترکوں کو عرب میں مدینہ کے مقام پر ایک عجیب روح (strange appartition) کے ذریعے چوکنا کیا گیا۔ ۲۰ ستمبر کو اس مقام پر جہاں پیغمبر [ﷺ] کا روضہ ہے ایک زبردست طوفان آیا۔ آدھی رات کو ہونے والی اس خوف ناک گرج چمک نے لوگوں کو اس طور خوف میں مبتلا کر دیا کہ وہ اپنے اوسان کھو بیٹھے۔ لیکن جب سب کچھ تھم گیا تو لوگوں نے گنبد پر عربی زبان میں ان الفاظ کو پڑھا: 'اے لوگو، تم جھوٹ پر کیوں یقین کرتے ہو؟' اور دو یا تین بجے صبح ایک خوب رو عورت سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھی گئی جس کے اطراف سورج کی روشنی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ وہ شمال جنوب سے آ رہی تھی اور اس کے سامنے ترکوں، فارس، عرب اور دیگر مسلمانوں کی فوجیں تھیں۔ ان سے جنگ میں وہ وہیں قائم رہی اور اس نے صرف کتاب کو کھولا اور کتاب کھولتے ہی سب وہاں سے غائب ہوگئے۔ اس موقعے پر محمد [ﷺ] کے روضے پر قمقمے بجھ گئے۔ سورج طلوع ہونے سے ایک گھنٹے قبل ہی یہ منظر ختم ہوگیا اور ہوا کی سرسراہٹ سنائی دی جس سے روضے کے قمقمے بجھنے کو منسوب کیا جاتا ہے۔ جس کے بعد وہاں موجود تمام مسلمان خوف زدہ ہوگئے۔ اس روح کے معنی کے بارے میں ایک درویش نے وضاحت کی ہے کہ دنیا میں تین سچے مذاہب رہے ہیں جنھیں موسیٰ کی وزارت (Ministry of Moses) نے متعارف کرایا تھا۔ ان مذاہب میں سے ایک مذہب عیسیٰ نے متعارف کرایا اور آخر میں محمد [ﷺ] نے۔ مسلمان اور دیگر نے اپنے اول اداروں (Institution) سے دانستہ روگردانی کی۔ اس روح نے ان کے لیے کچھ بڑے مسائل اور تنازعات میں مبتلا ہونے کی پیشین گوئی کی تھی۔ اس نے کہا کہ اس کتاب کو کھولنے سے ان کے بارے میں پیشین گوئی سامنے آئی ہوگی یا ان کتابوں کے بارے میں اس میں اشارے ہوں گے جن کا انھوں نے ابھی تک مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اور جو عیسیٰ کے خلاف بات کرتے ہیں لیکن انھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عیسیٰ سورج کی طرح روشن رہیں گے۔ لیکن مسلمان اس کلامیے سے بہت غصے میں تھے اور انھوں نے ان کو ایک دردناک اور پرتشدد موت دی جب کہ انھوں نے اپنے آخر سانس میں یہ چیخ کر کہا تھا 'اے کتاب والی عورت میری حفاظت کیجیے' ۲۲۔

اس کہانی کی اصل کو دریافت کرنا بے مقصد ہے لیکن اس کہانی نے عیسائیت کو راحت پہنچائی اور اسلام کے ختم ہونے کی امید دوبارہ عیسائیوں کے لیے پیدا کر دی۔ اسے انگلستان میں زبردست پذیرائی ملی اور اسے وہاں 'عیسائیت کے لیے خوش خبری' سے تعبیر کیا گیا۔ اسے کتابچوں کے صورت میں 'عجیب وغریب خبر'، 'معجزاتی خبر'، اور 'پیشین گوئی' کے عنوانات سے بھی شائع کیا گیا۔

محمد [ﷺ] بہ حیثیت پیغمبر

پیغمبر محمد [ﷺ] کے سوا آسمان تلے شاید ہی کوئی شخص ایسا ہوگا جن سے اتنی شدید محبت یا نفرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ مشرق میں محبت اور مغرب میں نفرت کی گئی ہے۔ پیغمبر [ﷺ] نے جو مقام حاصل کیا اس کی وضاحت بہت مشکل ہے اور آپ سے مماثل کوئی نظیر تلاش کرنا ناممکن ہے۔ گذشتہ تیرہ صدیوں میں آپ انسانیت کے بڑے حصے کے لیے مرکزی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ مکہ کے کفار آپ کے بڑے دشمن تھے لیکن جو دشمنی آپ سے عیسائی قوموں نے روا رکھی اس کا تقابل کفار مکہ سے بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ کیسی قسمت کی خرابی ہے کہ محمد [ﷺ] جو عیسیٰؑ اور ان کی تعلیمات کا احترام کرتے تھے لیکن عیسیٰؑ کے ماننے والوں نے آپ کی شخصیت پر رکیک حملے کیے۔ اس وقت جب مسلمانوں کے مغربی ساحلوں پر پہنچنے کی افواہیں پھلیں تو آپ کو 'عیسائیت کا جانی دشمن' تصور کیا گیا۔

یورپ میں محمد [ﷺ] کی تاریخ کئی مراحل سے گزری ہے۔ پہلے مرحلے میں عیسائیوں نے یہ بتایا ہے کہ محمد [ﷺ] مسلمانوں کے خدا ہیں۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا تھا کہ ان کی عبادت ایک دیوتا کی طرح کی جاتی تھی۔ بشپ ٹرپن (Bishop Turpin) کی The History of Charles the Great کئی گیتوں اور رومان (romances) کا ماخذ ہے جسے ابتدا سے حوالہ بنایا جا رہا ہے۲۳۔

[ہینری اسٹب نے ان معلومات کے بعد متعدد عیسائی مورخین اور مذہبی لکھنے والوں کے تفصیلی حوالے دے کر ان کے بے بنیاد الزامات اور من گھڑت قصوں کا بیان کیا ہے جسے یہاں سے حذف کیا جاتا ہے۔ حافظ محمود خان شیرانی صاحب کے مفید حواشی کو بھی مجبوراً شامل نہیں کیا جا سکا ہے۔]

محمد [ﷺ] اور اسلام کے تعلق سے اصلاحات کی جانب (مغربی عیسائی مصنفین کا) رویہ اہم ہے۔ اصلاحات کے ایلچی جو سینٹ پیٹر (Saint Peter) کے پیش رو تھے وہ اپنے خیالات میں اسلام کے حامی رہے۔ اصلاح کاروں کو نہ صرف پاپ سے مشترکہ تعصبات ملے بلکہ انھوں نے اس میں بے ادبی اور گالیاں بھی شامل کر دیں جو بازنطینی لکھنے والوں سے مخصوص ہیں۔ اس دور میں محمد [ﷺ] کے بارے میں اتنی بدزبانی استعمال نہ ہوئی جتنی اس دور میں ہوئی۔

اس کے بعد جو ادب پیغمبر [ﷺ] کے تعلق سے پیش کیا گیا وہ اپنی ضخامت کے لحاظ سے بہت وسیع

ہے۔مطبعے کے ارتقا کے بعد پیغمبر[ﷺ] کے تعلق سے جو کام سامنے آئے ان کے لکھنے والوں میں جغرافیہ کے ماہرین (Geographers) اور سیاح (Travellers) شامل تھے۔ان لکھنے والوں کے ہاں زبردست تکرار پائی جاتی ہے۔جغرافیہ کے تعلق سے جو کام لائیڈ لوڈووک (Lloid Lodowik) نے کیا ہے جو ۱۵۹۰ میں سامنے آیا۲۴۔

پیٹر ہیلن (Peter Heylyn) ایک اور مصنف ہے جس نے کئی حکایات پیش کی ہیں۲۵۔مشرق کی جانب سیاحت کرنے والے اور لے ونٹ کمپنی (Levant Company) کے تاجر کبھی نہیں تھکے اس کہانیوں کے دہرانے سے جو ترکوں کے پیغمبر (Prophet of the Turks) کے تعلق سے تھیں۔سیاحوں میں جارج سن ڈس (George Sandys)، ولیم لتھ گو (William Lithgow) اور سر تھامس ہربرٹ (Thomas Herbert) کے تمام کام پیغمبر[ﷺ] کے بارے میں ہیں۔والٹر رے لگ (Walter Raleigh) (۱۶۳۷ء) کی The Life and Death of Mohomet میں کوئی نئی معلومات موجود نہیں۔یہ کہتا ہے کہ محمد کے معنی عربی زبان میں اشتعال اور غضب ناکی (Indignation and Fury) کے ہیں۔

سترہویں صدی کے پہلے نصف کا اختتام کیا جاتا ہے اور میں بعد کے ادوار میں خیالات کے اس الٹ پھیر کو پڑھنے کی تجویز نہیں دوں گا جس نے مشرقی علوم کے تعلق سے ہونے والے مطالعات پر بھی اثرات مرتب کیے۔

حواشی:

۱۔ اس مخفف کی صراحت کے لیے مختلف ممکنہ مآخذ دیکھے گئے لیکن کام یابی نہ ہو سکی۔یونی ورسٹی آف منی سوٹا (University of Minnesota) کے شعبہ انگریزی سے وابستہ پروفیسر نبیل مطار (Nabil Matar) صاحب سے بھی، جو ہنری اسٹب کے ایک اسکالر ہیں، اس تعلق سے ای میل پر رابطہ کیا گیا جو خود بھی اس مخفف کی وضاحت سے قاصر رہے۔حالیہ دنوں میں ان کی کتاب Henry Stubbe and the Beginning of Islam: The Original & Progress of Mahometanism Dr منظر عام پر آئی ہے۔

۲۔ انگلش ہسٹری (English History)، جلد اول، ص ۱۵، بون ایڈیشن (Bohn's edition)

۳۔ اسٹب (Stubbe) کی Rise and Progress of Mahometanism، ص ۱۱۴، ۱۹۱۱ء

۴۔ ایضاً، ص ۹۲۔

۵۔ بکل (Buckle) کی Civilization in England، جلد اول، چھٹا باب

۶۔ نال (Knoile) کی History of the Turks، ص ۱، ۱۶۲۱ء

۷ میل میس بری کے ولیم (William of Malmesbury) کی Chronicle، ص ۴-۱۷۳، بون ایڈیشن (Bohn's edition)، ۱۸۷۴ء

۸ ہسٹری آف میجک (History of Megic) از نوڈیس (Naudaeus)، چودواں باب، ۱۶۵۷ء

۹ ویبر (Weber) کی میٹ ری کل رومن سز (Matrical Romances)، جلد دوم، ۱۸۱۰ء

۱۰ کرونیکل (Chronicle)، ص ۴-۱۷۳، بون ایڈیشن، ۱۸۷۴ء

۱۱ ہسٹری آف کروسیڈس (History of Crusades)، پانچواں باب، ص ۹۰، ٹی آرچر (T. Archer) کی (سیریز برائے ہسٹری آف دی نیشن ('History of the Nation' series)

۱۲ دیکھیے: ہسٹری آف دی سینٹ پے لی گس (History of St. Pelagius) میں پیغمبر کے حالات

۱۳ کرونیکلز (Chronicles)، ص ۴۰۳، گلوب ایڈیشن ('Globe edition')، ۱۸۹۹ع

۱۴ اے نوٹے بل ہسٹری آف ساراسینز (A Notable History of Saracens)، ۱۵۷۵ء

۱۵ ہسٹری آف چارلس دی گریٹ (History of Charles) ساتواں باب، ص ۱۹

۱۶ ایضاً، سترھواں باب، ص ۲۷-۳۰

۱۷ وینڈ وور کے راجر (Roger of Wendover) کی فلاورز آف ہسٹری (Flowers of History)، جلد دوم، ص ۵۱۵، بون (Bohn) ۱۸۴۹ء

۱۸ بوئیل (Boyle) کی کریٹیکل ڈکشنری (Criticle Dictionary)، آرٹ، 'Mahomet'

۱۹ ری مارک ایبل پروفیسی فرام دی ٹرکش اسپائی (Remarkable Prophecy from the Turkish Spy) از جان مے گی (John Megee)، آٹھواں ایڈیشن

۲۰ دیکھیے: لیتھ گو کے ٹرے ولز (Lithgow's Travels) میں پیغمبر کے حالات، ص ۱۳۵، ۱۶۳۴ع (اشاعت ثانی ۱۹۰۶ء)

۲۱ سن ڈی کے ٹرے ولز ٹو ٹرکی (Sandy's Travels to Turkey) وغیرہ، ص ۴۲، ۱۶۵۲ع، پانچواں ایڈیشن

۲۲ کمپلیٹ ہسٹری آف دی ٹرکس (Compleat History fo the Turks)، جلد دوم، تیسرا باب، ص ۹۹-۱۰۰، ۱۷۰۱ء۔

۲۳ ہسٹری آف چارلس دی گریٹ (History of Charles the Great)، چوتھا باب، ص ۶-۸، ترجمہ از تھامس روڈ، (Th.Rodd)، ۱۸۱۲۔

۲۴ کون سینٹ آف ٹائم (Consent of Time)، ص ۲۸۹-۲۹۲۔

۲۵ اے لٹل ڈس کرپشن آف دی گریٹ ورلڈ (A Little Description of the Great World) از پیٹر ہے لن (Peter Heylyn)، ص ۶۰۶، چھٹی اشاعت، ۱۶۳۳۔